© rasailojaraid.com

فسادِ زمانہ اور عمومِ بلویٰ

مولانا مجیب اللہ ندوی

اسلامی شریعت نے معاملاتی اور تمدنی امور میں انسان کو غیر معمولی مشقت سے بچانے اور ناسازگار حالات میں اسلامی احکام کے منشا و مقصد کے تحفظ کے لئے رفعِ حرج اور تیسیر و تسہیل کی جو صورتیں پیدا کی ہیں ان میں عمومِ بلویٰ کا لحاظ اور فسادِ زمانہ کی رعایت بھی ہے، مگر اس لحاظ و رعایت کا مقصد معاذ اللہ شریعت کا استخفاف یا احکامِ شریعت کا تعطل نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد اس کی دوامی حیثیت کی حفاظت اور اس کو بالکلیہ تعطل سے بچانا ہے۔

اسلامی عقائد و عبادات میں تو کسی وقت بھی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق زندگی کی تغیر پذیر قدروں سے نہیں ہے، مگر معاملاتی، معاشرتی اور تمدنی احکام کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ ان کا مدار انسانی زندگی کی مادی قدروں پر ہے، جو ہر آن تغیر پذیر رہتی ہیں۔ ان میں روزانہ نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، ان پر معاشرہ کے فساد و صلاح کا براہِ راست اثر پڑتا ہے اس لئے اسلامی شریعت نے معاملاتی و تمدنی معاملات کے سلسلہ میں جو ہدایت دی ہیں، ان میں حلال و حرام کی بنیادی و دوامی قدروں کے تحفظ کے ساتھ قیاس و اجتہاد کی ایسی صورتیں رکھی ہیں، جن سے شریعت کا منشا و مقصد بھی فوت نہیں ہونے پاتا اور اسلامی احکام معاشرہ کے ارتقا میں حائل بھی نہیں ہوتے۔ یہ تیسیر و تسہیل کی آزادی اس حد تک ہے، جب تک کہ حلال و حرام کی وہ بنیادی قدریں متاثر نہیں ہوتیں جن کا رشتہ دین و ایمان سے جڑا ہوا ہے، مثلاً اسلامی شریعت نے بہت سی چیزیں حرام، مکروہ

لہ یہ مضمون شکریہ کے ساتھ "معارف" اعظم گڑھ سے نقل کیا جاتا ہے۔　　(مدیر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ناجائز قرار دی ہیں، یا اس کے بارے میں کچھ اصولی ہدایتیں دے دی ہیں، مگر بعینہ ان پر تعامل سے انسان کو مستقل شدید دقتیں محسوس ہوتی ہیں، یا عارضی تکلیف کا امکان ہوتا ہے اس لئے فقہاء شریعت کے منشا کے مطابق اس میں تخصیص و تقیید کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ تخصیص و تقیید اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ نہ تو شریعت کا منشاء بالکلیہ فوت ہونے پائے اور نہ انسان غیر معمولی تکلیف میں مبتلا ہو جائے جیسا کہ شریعت نے حکم دیا ہے،

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ)

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا،

اسی طرح بہت سے احکام ایک خاص ماحول اور زمانہ میں بہت ہی مفید ہوتے ہیں، مگر ایک مدت کے بعد ماحول، ذرائع اور اخلاق عامہ کے بدل جانے کی وجہ سے ان کی افادیت یا تو باقی نہیں رہتی یا اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، اب اگر شرعی حکم کی علت اور منشاء کو نظر انداز کر کے بعینہ اس حکم پر عمل کیا جائے تو یا عمل کرنے والا تکلیف مالایطاق میں مبتلا ہو جائے گا یا پھر شریعت کا منشاء یا اس حکم میں رخصت، تیسیر اور نفی حرج کا جو پہلو ہے وہ نظر انداز ہو جائے گا، چنانچہ اسی بنا پر تمام ہی مسالک کے متاخر فقہاء نے اپنے مسلک کے ائمہ اور متقدم فقہا کے بہت سے فتاوی کے خلاف فتوے دیئے ہیں اور اپنے پیش رووں سے اختلاف کی وجہ متاخر فقہا نے اختلاف الزمان اور فساد الاخلاق ہی بیان کی ہے۔ متاخرین کا متقدمین سے یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر متقدم فقہا و ائمہ بھی ان کے زمانہ میں موجود ہوتے تو حالات کی تبدیلی اور فساد اخلاق کی بنا پر وہی رائے دیتے، اسی عموم بلوی اور فساد زمانہ کی بنیاد پر فقہا نے یہ اصول مقرر کئے ہیں[1]

لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان۔ الامر اذا ضاق اتسع۔ الضرر یدفع بقدر الامکان۔ الضرورۃ مستثناۃ من قواعد الشرع۔ المشقۃ تجلب التیسیر الضرورات تبیح المحذورات۔

---

[1] نشر العرف ج ۲ ص ۱۲۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالات کے بدلنے سے احکام کی تبدیلی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جب کوئی تنگی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں وسعت ہوتی ہے۔ تکلیف حتی الامکان دفع کی جاتی ہے۔ ضرورت شریعت کے قواعد سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ضرورتیں ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عموم بلوی، مشقت و حرج اور فساد زمان کا ہر صورت میں لحاظ کیا جائے گا۔ یا کسی تخصیص اور تقیید کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فقہائے احکام اسلامی کی دو صورتیں قرار دی ہیں، ایک یہ کہ اس تغیر و تبدل یا حرام و مکروہ میں تخفیف کا تعلق شریعت کے منصوص و صریح احکام سے ہو، دوسری یہ کہ ان کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہو، پہلی صورت کے بارے میں ان کا عام اصول تو یہ ہے کہ

المشقة والحرج انما یعتبر فی موضع لا نص فیه (الاشباہ ص ۰۷)

مشقت اور تنگی کا لحاظ اس امر میں کیا جائے گا جس میں کوئی نص موجود نہ ہو۔

فقہ کا یہ اصول مسلمہ ہے کہ منصوص احکام میں کوئی تغیر و تبدل جائز نہیں ہے، مگر چونکہ شریعت نے اسلامی احکام کے نفاذ میں انسان کے مزاج، ماحول اور اس کے مصالح اور مفاسد کا بھی لحاظ کیا ہے اس لئے جب کسی حکم پر بالکلیہ عمل کرنے میں شدید مشقت یا مجبوری لاحق ہو رہی ہو، یا ماحول کے بگاڑ یا کسی اور سبب سے کسی برائی سے بالکلیہ بچنا ممکن نہ رہ گیا ہو تو فقہا یا تو اس حکم میں تخصیص کرتے ہیں یا پھر اس کے مثبت پہلو کے بجائے اس کے منفی پہلو یعنی نفی حرج والے پہلو کو اختیار کرتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ چند افراد کا مسئلہ نہ ہو بلکہ پورے معاشرہ کا معاملہ ہو، یا اگر وہ مخصوص افراد کا معاملہ ہو تو وہ مشقت اور حرج غیر معتاد قسم کا ہو، امام شاطبی نے اس پر بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے۔

حیث تکون المشقة الواقعة بالمکلف فی التکلیف خارجة عن معتاد المشقات فی الاعمال العادیة حتی یحصل بھا فساد دینی او دنیوی فمقصود الشارع فیھا الرفع علی الجملة۔

اگر یہ مشقت جو واقع ہوئی ہے ایسی ہے جس سے عمل کرنے والے کو غیر معتاد قسم کی تکلیف ہو سکتی ہے یہاں تک کہ اس سے دینی و دنیاوی کوئی خرابی کے پیدا ہونے کا امکان ہے، تو شریعت کا منشا یہ ہے کہ اس کو بالکلیہ رفع کیا جائے پھر آگے لکھتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اذا کان الحرج فی نازلة عامة فی الناس فانه یسقط واذا کان خاصاً لم یعتبر عندنا(۱) ص ۱۰۱

اگر یہ تنگی کسی ابتلائے عام کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے تو اس کو بہرحال رفع کیا جائیگا اور اگر یہ خاص ہے تو اسکا اعتبار نہیں ہے۔

لیکن فساد زمانہ یا عموم بلویٰ کی وجہ سے جو حرج و مشقت پیدا ہوتی ہے اس کی تعیین اور اس کو دفع کرنے کے سلسلے میں منصوص حکم کی تخصیص و تقیید کی جائے یا نہ کی جائے، اور اگر کی جائے تو کس حد تک کی جائے یہ بڑا نازک مسئلہ ہے، اس لئے فقہائے کرام نے اس میں کافی ردو قدح کی ہے، اسی نزاکت کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے موجودہ دور کے متجدد فقہا ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں، اور شریعت کے بہت سے احکام کو انہوں نے بازیچۂ اطفال بنا لیا ہے اس سلسلہ میں فقہا کے کچھ خیالات کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اب رہی دوسری صورت تو اس کے بارے میں بات صاف ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی قیاسی واجتہادی مسئلہ کی وجہ سے یہ دقت و مشقت پیش آتی ہے، تو اس کو ترک کرکے اس وقت کے حالات اور مقتضیات کے مطابق پیش آمدہ مسائل کو شریعت کے منشا کے قریب لانے کی کوشش کی جائے گی، جیسا کہ عرف میں ہوتا ہے،

عموم بلویٰ اور فساد زمانہ میں رفع حرج، تیسیر کی خاطر کسی منصوص حکم کی تخصیص کرتے ہوئے یہ بات بہرحال ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ان کی وجہ سے دین کے مقاصد اور ان بنیادی ضرورتوں پر کوئی اثر نہ پڑے جن کو شریعت اسلامی انسانی زندگی کا قوام اور مدار سمجھتی ہے، شریعت میں یہ ضروریات پانچ ہیں۔

مجموع الضروریات خمسة حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل (موافقات ج ۲ ص ۱۰)

ان ضروریات کی پانچ قسمیں ہیں۔ دین، نسل، جان، مال، اور عقل کی حفاظت۔

ان ضروریات کا مطلب کیا ہے۔ اس کی طرف عزالدین عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ نے قواعد الاحکام میں اشارہ کیا ہے، اور امام شاطبی متوفی ۷۹۰ھ نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

فمصالح الدنیا والآخرة ثلاثة اقسام کل قسم منها فی منازل متفاوتة فاما مصالح

---

۱ بعض ائمہ کے نزدیک خاص حرج بھی معتبر ہے مگر اس میں انہوں نے معتاد اور غیر معتاد کی قید لگا دی ہے، اس لئے اس اختلاف کا شریعت کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الدنیا فتنقسم الی الضروریات والحاجات والتتمات والتکملات فالضروریات کالماکل والمشارب والملابس ــــــ والمناکح والمراکب الجوالب للاقوات وغیرھا تمس الیه الضرورات واقل المجزی من ذالك ضروری وما کان فی ذالك فی اعلی المراتب کالماکل الطیبات والملابس الناعمات والغرف العالیات والمراکب النفیسیات فهو من المتممات وما توسط بینهما فهو من الحاجات واما مصالح الاخرۃ ففعل الواجبات واجتناب المحرمات من الضرورات وفعل السنن الموکدات الفاضلات من الحاجات وعدا ذالك فهی من المتممات۔

دنیا و آخرت کی بھلائیوں کی تین قسمیں ہیں اور ان میں سے ہر قسم کے مختلف درجے ہیں، تو دنیا کے مصالح کی تین قسمیں ہیں، ضروریات حاجات اور تکملات، ضروریات سے مراد کھانا پینا، پہننا، شادی بیاہ کرنا سواری جو رزق کے حصول میں معاون ہو، اسی طرح جس کی ضرورت بھی پیش آجائے ان کا اقل درجہ تو ضروری ہے، مگر اس کا اعلیٰ درجہ یعنی اچھا کھانا، عمدہ لباس، شاندار مکانات بہترین سواریاں تو یہ تکملات و تتمات ہیں ہیں اور ان دونوں کے درمیان جو ضرورتیں ہیں وہ حاجات ہیں، اسی طرح آخرت کے مصالح تو واجبات کی بجاآوری محرمات سے اجتناب ضروریات میں ہیں اور سنن موکدات فاضلات حاجات ہیں اور ان کے علاوہ متممات ہیں۔

امام شاطبی اس کی مزید توضیح کرتے ہیں:۔

فاما الضروریة فمعناها انها لابد منها فی قیام مصالح الدین والدنیا بحیث اذا فقدت لم تجر مصالح الدنیا علی استقامة بل علی فساد و تھارج و فوت حیاۃ و فی الاخری فوت النجات والنعیم والرجوع بالخسران المبین۔ (ج ۲ ص ۸)

ضروریات میں کسی چیز کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حفاظت پر دین و دنیا کے بقا کا اس حیثیت سے مدار ہے کہ اگر ان کی رعایت و حفاظت نہ کی جائے تو نہ صرف یہ کہ دنیا کے وجود کے سارے مصالح مفقود ہو جائیں گے، بلکہ اس میں فساد و اختلال رونما ہو جائیگا اور انسانی زندگی معطل ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری طرف آخرت کی کامیابی اور اس کی نعمتیں حرمان و خسران سے بدل جائیں گی۔

ان ضروریات کی مثبت و منفی حفاظت کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والحفظ لها يكون بأمرين احدهما ما يقيم أركانها ويثبت قواعدها وذالك عبارة عن مراعاتها من جانب الوجود والثانى ما يدرأ عنها الاختلال الواقع أو المتوقع فيها وذالك عبارة عن مراعاتها من جانب العدم فاصول العبادات راجعة الى حفظ الدين من جانب الوجود كالايمان والنطق بالشهادتين والصلوٰة والزكوٰة والصيام والحج وما أشبها ذالك والعادات راجعة الى حفظ النفس والعقل من جانب الوجود أيضا كتناول الماكولات والمشروبات والملبوسات والمسكونات وما اشبه ذالك والمعاملات راجعة الى حفظ النسل والمال من جانب الوجود والى حفظ النفس والعقل ايضا لكن بواسطة العادات والجنايات ويجمعها الامر بالمعروف والنهى عن المنكر ترجع الى حفظ الجميع من جانب العدم۔

ان کی حفاظت دو طریقوں سے ممکن ہے، ایک یہ کہ جن چیزوں پر ان کی بنیاد ہے اور جن ستونوں پر یہ قائم ہیں ان کو باقی اور قائم رکھا جائے۔ یہ اس کی رعایت و حفاظت کا مثبت پہلو ہے، دوسرے یہ کہ اس کو حال و مستقبل کے اختلال و انتشار سے بچایا جائے اور ان کی حفاظت کا منفی پہلو ہے، چنانچہ اصولِ عبادت مثبت طور پر دین کی حفاظت کرتے ہیں، جیسے ایمان بالقلب اور اقرار باللسان، نماز، زکواۃ، روزہ، حج وغیرہ۔ اسی طرح عادات انسانی اس کے نفس و عقل کی وجودی طور پر حفاظت کرتی ہیں۔ مثلاً کھانا پینا، پہننا، مکان وغیرہ۔ اسی طرح معاملات نسل و مال کے وجود کا تحفظ کرتے ہیں، اور ساتھ ہی عقل اور نسل انسانی کی حفاظت بھی ان سے ہوتی ہے، لیکن عادات کے واسطہ سے اور جنایات جن کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ عبادات، معاملات اور سبھی کی حفاظت منفی طور پر کرتے ہیں۔ (مسلسل)

© rasailojaraid.com